ایسے جدید منفعت بخش علوم کے حصول کے لئے جو اس کے اپنے ملک میں ناپید ہوں (بشرطیکہ اس کے پاس اس حد تک علم اور دینی وروحانی قوت بھی ہو، جو اسے غیر مسلم تہذیب کے اثرات سے محفوظ رکھ سکے) جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بیان کیا ہے تو ایسی صورت میں سفر کی ممانعت نہیں۔ لیکن اگر یہی سفر کفار ومشرکین کے ممالک کی محض سیر وسیاحت کے لئے ہو، کسی اور ضرورت، مصلحت کی بنا پر نہیں، ایسے ہی اسی سیر وتفریح کی غرض سے کسی اسلامی ملک میں سفر کرنا اس کے بس میں ہو جہاں شعائر اسلام کی پاسداری کرنے والے کثرت سے ہو، تو ایسی صورت حال میں غیر مسلم ملک میں جانا جائز نہیں، جبکہ آج کے دور میں مسلمانوں کے شہر اور ممالک سیر وسیاحت کے اعتبار سے بہت ہی موزوں اور مناسب ہیں، لہذا ایک مسلمان کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ کچھ وقت کے لئے ایسے ممالک کا رخ کرے جہاں وہ ایام تعطیلات گزار کر اپنا جی بہلا سکے۔

جہاں تک ایک مسلمان کے لئے بلادِ کفر وشرک میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا تعلق ہے، تو اس سے مسلمان کے دین، اس کے آداب واخلاق اور کردار پر خوفناک اور تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ہم نے خود اور کئی دیگر لوگوں نے متعدد اشخاص کو وہاں رہتے ہوئے، دین سے منحرف ہو کر یا فسق وفجور میں لت پت ہو کر، یا پھر اپنے دین سے مرتد ہو کر واپس لوٹتے دیکھا ہے اور ان کی دین ومذہب سے نفرت کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دین سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ بقیہ تمام ادیان ومذاہب کے بھی نہ صرف منکر ہوئے بلکہ اس دین سے وابستہ ہونے والی پاکیزہ ہستیاں (السابقون الاولون) اور متاخرین میں سے جو اسلام لائے، سب کے سب ان ملحدوں اور مرتدوں کے استہزا اور مذاق کا نشانہ بنے، اور یہ صورت حال اب تک جاری ہے۔

اس لئے یہ بات از حد ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کے اخلاقی تحفظ اور دینی وایمانی تشخص کی بقا کے لئے ٹھوس اور مضبوط اقدامات ہونے چاہئیں اور قانونی اعتبار سے بھی ایسی شرائط وضع کی جائیں جو مسلمانوں کو ان ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے بچا سکیں۔

بلادِ کفر وشرک میں سکونت کی دو بنیادی شرطیں:

(ا) سکونت اختیار کرنے والے شخص کا دین وایمان محفوظ ومامون ہو، اس اعتبار سے کہ اس کے پاس اتنا مضبوط علم وایمان اور عزیمت کی قوت وطاقت موجود ہو، جس کی بنا پر وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ سکے اور انحراف وگمراہی سے بھی بچ سکے، اور ساتھ ہی ساتھ اہل کفر کی محبت اور ان سے دوستانہ تعلقات سے دور رہتے ہوئے، ان سے نفرت اور عداوت کو اپنے دل میں سمائے رکھے، اس لئے کہ کفار ومشرکین سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان سے تعلقات استوار رکھنا، ایمان کے منافی اُمور میں سے ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ''لَا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حآد اللہ ورسولہٗ ولو کانو آباء ھم اوْ ابناء ھم او اخوانھم أو عشیرتھم....'' (المجادلہ:۲۲)

تو جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، آپ کبھی انہیں ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی لگائیں، جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہو، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا بیٹے ہو، یا بھائی یا (سارے) کنبہ (وقبیلہ) والے ہوں''

اور سورۃ المائدۃ میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

یاَیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیآءَ بعضھم اولیاء بعضٍ ومن یتولھم منکم فانہ منھم ان اللّٰہ لا یھدی القوم الظٰلمین، فتری الذین فی قلوبھم مرض یُسٰرِعون فیھم یقولون نخشٰی ان تصیبنا دائرۃ فعسی اللّٰہُ ان یاتی بالفتح او امرٍ من عندہٖ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم ندمینَ۔

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ سب ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست بنایا، تو وہ بھی انہی میں سے ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، وہ انہی (یہود و نصاریٰ) میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں، ہوسکتا ہے کہ جلد ہی اللہ (مؤمنوں کو) فتح عطا فرمادے، یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے تو جو کچھ یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں، ان پر نادم ہوکر رہ جائیں گے۔'' (آیت ۵۱:۵۲)

اور صحیح حدیث میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

وان من أحبَّ قوما فھو منھم، وان المرء مع من أحبَّ''(۱)

''جس نے کسی قوم سے محبت کی تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا، اور بے شک آدمی اسی کے ساتھ (ہوگا) جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔''

اور اللہ کے دشمنوں سے محبت، ایک مسلمان کے لئے بڑی خطرناک بات ہے، اس لئے کہ ان کے ساتھ محبت کا لازمی نتیجہ ان کی موافقت اور پیروی کی صورت میں نکلتا ہے یا پھر یہ محبت کم از کم ان کی (دین کے خلاف) ہر بات کو رد کرنے سے بھی روکتی ہے، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے ''**من احب قوما فھو منھم**''(ایضاً)

''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔''

(۲) سکونت پزیر شخص کے لئے دار الکفر والشرک میں اپنے دین و ایمان کا کھلے عام اظہار ممکن ہو، اس طرح سے کہ وہ بغیر کسی ممانعت کے دینی شعائر کا اہتمام اور اس پر عمل پیرا ہونے کا ہر طرح سے مجاز ہو، مثلاً اگر وہاں اس کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی ہوں تو اسے ان کے ساتھ فرض نمازوں کو باجماعت اور **جمعة المبارك** کی نماز ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح اسے دیگر ارکان دین، یعنی زکوۃ، روزے اور حج وغیرہ کی ادائیگی کی ممانعت نہ ہو اگر ایسا ممکن نہیں تو ان حالات میں چونکہ اس پر ہجرت واجب ہے لہذا اس کا کفار و مشرکین کے ملک میں ٹھہرنا بھی جائز نہیں۔

علامہ ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں ہجرت کے ضمن میں لوگوں کے مختلف اقسام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض لوگ تو وہ ہیں جن پر ہجرت کرنا واجب ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کی طاقت رکھتے ہو اور ''بلادِ کفار'' میں اپنے دین کا اظہار ان کے لئے ناممکن ہو۔ اور وہ کفار کے درمیان رہتے ہوئے اپنے دین کے واجبات پر بھی عمل پیرا نہ ہوسکتے ہوں تو ایسے لوگوں پر اللہ عزوجل کے اس فرمان کی رو

سے ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔اس کے بعد ابن قدامہؒ نے مذکورہ بالا آیت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیتِ ہٰذا میں یہ شدید ترین وعید، ہجرت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے۔واضح رہے کہ دین کے واجبات پر عمل کرنا ہر اس شخص پر ضروری ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو، اور دین اسلام میں ہجرت تو ''واجب کی ضرورت'' اور اس کے تکمیل سے ہے، اور جس عمل کو ادا کئے بغیر واجب پورا نہ ہوتا تو اس عمل کو بجالانا بھی واجب ہوتا ہے۔(ج:۸ ص:۴۵۷)

غیر مسلم ممالک میں سکونت کی مختلف صورتیں:

(اوران) کے احکام: مذکورہ دو شرطوں کی تکمیل کے بعد دارِ کفر میں سکونت اختیار کرنے کی کئی ایک صورتیں ہیں، جن کے لئے شریعت کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں:

پہلی صورت: آدمی 'دارِکفر' میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے اور راغب کرنے کے لئے رہائش اختیار کرے۔ایسی صورت میں اس کا یہ فعل جہاد کی ایک قسم ہے، البتہ اس صورت میں دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے اس کا ضروری علم ہونا لازمی ہے۔

ایسے داعی کے لئے یہ سکونت 'فرض کفایہ' کا حکم رکھتی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کی وہاں یہ دعوت ایک تو بارآور ثابت ہو اور دوسرے یہ کہ نہ کوئی اس کو یہ دعوت دینے سے منع کرتا ہو، اور نہ اس دعوت کو لبیک کہنے (یعنی قبول کرنے) والے کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالتا ہو۔

دلیل اس امر کی یہ ہے کہ اسلام کی طرف دعوت دینا، دین کے واجبات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کا وظیفہ اور مشن ہے اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی امت کے ہر فرد کو ہر جگہ پر اپنی شریعتِ طاہرہ کے احکامات و پیغامات پہنچانے کا حکم فرمایا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "بلغوا عني ولو آية" (صحيح بخاری ۳۴۶۱)

''مجھ سے لی ہوئی خواہ ایک ہی آیت (اور حدیث) ہو تو اس کو آگے پہنچادو''

دوسری صورت: کوئی مسلمان بلادِ کفر وشرک میں رہتے ہوئے کافروں اور دشمنان دین کے حالات کے بارے میں آگاہی رکھے، نیز ان کے عقائد کی خرابیوں، طریقۂ عبادت کی غلطیوں، اخلاقی انحطاط اور ان کے کردار و گفتار کے بگاڑ پر کڑی نگاہ رکھتا ہو، تاکہ عام لوگوں (خاص طور پر جاہل مسلمانوں) کو ان کے دام فریب میں آنے سے ڈرا اور بچا سکے، اور ان کفار کی طرف رشک آلود نگاہوں سے دیکھنے والوں پر ان کی حقیقت آشکارا کر سکے۔بلادِ کفر میں ایسی سکونت بھی جہاد ہی کی ایک قسم ہے اور یہ اس لئے کہ یہ دعوت اپنے نتائج وثمرات کے اعتبار سے اہل اسلام کو کفر اور اہل کفر سے بچانے اور عامة المسلمين کو اسلام کی طرف لانے پر مشتمل ہے، کیونکہ کفر کا بگاڑ وفساد اسلام کی اصلاح وفلاح کی دلیل ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: وَبضدهاتتبينُ الا شياء (البرهان:۲۰/۳)

''اشیا کی حقیقت اپنی مخالف اشیا سے نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔''

مگر یہاں یہ شرط ملحوظ رہے کہ داعی کی یہ دعوت جس مقصد کے لئے ہو، وہ مقصد اپنے سے بڑھ کر کسی فساد کے رونما ہوئے بغیر برگ و بار

لائے۔اور اگر اس داعی کو اس دعوت کا کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہ ہو سکے اور وہ اس طرح کہ وہاں کے کفار و مشرکین اس کو اپنے باطل عقائد اور (کفر کی تردید) سے روک دیں تو تب اس شخص کے وہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ایسے ہی اگر اس داعی کو اس دعوت کے مثبت نتائج تو مل رہے ہیں، مگر ساتھ ہی وہ دعوت اپنے فوائد اور مصالح سے بڑھ کر مفاسد و مضرات کے سر اٹھانے کا سبب بن رہی ہو، مثلاً اس کی دعوت کے ردِعمل میں مخالفین اسلام، اہل اسلام، رسول کریمؐ اور دیگر مسلمان ائمہ کو گالی گلوچ کا نشانہ بنانے لگ جائیں تو ایسے حالات میں داعی کو دعوت سے رک جانا چاہئے کیونکہ اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

''ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم کذلکَ زینا لکل امۃٍ عملھم ثمہ الٰی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون''

''(اے) مسلمانوں) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔تو جو کچھ یہ کرتے رہے، اس کی انہیں وہ خبر دے دے گا۔'' (الانعام:۱۰۸)

اس آیت کریمہ میں کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے اس بنا پر روکا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ کو برا بھلا کہیں گے۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں جب دعوت کا نتیجہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراضات و کردار کشی کی صورت میں سامنے آئے، تو ایسی دعوت کو روک کر اپنی حکمت عملی کو تبدیل کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں یہ نوعیت بھی شامل ہے کہ کوئی مسلمان شخص، غیر مسلم معاشروں میں محض اس غرض سے ٹھہرے کہ وہاں رہ کر وہ مسلمانوں کے حق میں کفار اور دشمنانِ اسلام کی جاسوسی کے فرائض انجام دے سکے اور ان کی تیار کردہ خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے اہل اسلام کو متنبہ کر سکے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خندق میں، حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو مشرکوں کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ ان کی (جنگی چالوں اور) اور سرگرمیوں کی خبریں معلوم کر سکیں۔ (صحیح مسلم:۱۷۸۸)

تیسری صورت: وہ شخص مسلمان ملک' یا اسلامی ریاست کی ضرورت او غیر مسلم ممالک کے ساتھ انتظامی امور کو منظم اور مربوط کرنے کی خاطر مقیم ہو، جیسے سفارتخانوں کے ملازمین یا عملہ ہے، تو ان کا حکم بھی مذکورہ شخص کے حکم جیسا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص 'اسلامی ثقافت' کا ترجمان اور ماہر ذمہ دار ہو اور وہ غیر مسلم ملک میں اس مقصد کے لئے رہتا ہے کہ وہاں مسلمان طلباء کے حالات اور ان کی دن رات کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہوئے، ان کی اخلاقی اقدار و روایات کی نگرانی کر سکے اور ہمہ وقت ان کے دین اسلام کی پاسداری کرنے اور ہر اسلامی تشخص برقرار رکھنے کی ترغیب دلا سکے ہے۔تو ایسے شخص کے وہاں رہنے سے جہاں ایک بہت بڑی مصلحت اور منفعت حاصل ہو گی، وہاں ایک بڑے شر اور فساد کا خاتمہ بھی ممکن ہو سکے گا۔

چوتھی صورت: آدمی کسی خاص اور جائز ضرورت کی خاطر وہاں ٹھہرے، مثلاً تجارت (کاروبار) یا علاج وغیرہ کی غرض سے، تو ایسے حالات میں ضرورت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا جائز ہے۔ اہل علم حضرات نے کاروباری مقاصد کی خاطر کافر ملک میں ٹھہرنے یا اس کی طرف سفر کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے اس کی دلیل بعض صحابہ کرامؓ کے اثار و واقعات سے لی ہے۔ واضح رہے کہ سکونت کی یہ نوعیت عارضی ہے، ضرورت مکمل ہونے پر اس مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارالاسلام میں واپس پلٹ آئے۔

پانچویں صورت: آدمی کسی کافر ملک میں تحصیل علم اور علم کے کسی شعبہ میں تحقیق وتدریس کے لئے ٹھہرے اور یہ سابقہ ضرورت کی ہی ایک قسم ہے کہ جہاں انسان کسی ضرورت کے پیش نظر مقیم ہو، البتہ بعض پہلوؤں سے یہ سابقہ شکل کی نسبت زیادہ خطرناک، اور سکونت پزیر مسلمان شخص کے دینی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے اعتبار سے زیادہ سنگین بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ایک طالب علم اپنے اساتذہ کے علم سے متاثر ہوتا ہے اور ان کی اشخصیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور اساتذہ کی اپنے شاگرد کے ہاں قدر ومنزلت براہ راست اس کے اخلاق وکردار پر اثر انداز ہوتے اور شاگرد کو ان کے افکار و آرا اور طریقۂ زندگی کو اپنے اساتزہ کی ہی سیرت وکردار کے اسیر ہوجاتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالی بچائے رکھتا ہے اور وہ بہت ہی کم تعداد میں ہیں۔

پھر طالبِ علم اپنے استاد کے سامنے ضرورت مند ہوتا ہے اور یہی ضرورت ہی اس کے دل کو استاد سے محبت کی طرف مائل کرتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جس دینی انحراف اور گمراہی پر وہ استاد گامزن ہوتا ہے، شاگرد بھی اسی کوتاہی کا شکار ہوجاتا ہے ایسے ہی وہ طالب علم جس تعلیمی ادارے میں مقیم ہوتا ہے، وہاں اس کے ساتھی اور دوست بھی ہوتے ہیں جن سے وہ محبت کرتا ہے، میل جول رکھتا ہے اور دیگر معاشرتی ضرورت پوری کرتا ہے۔ ان سب امور کے ہوتے ہوئے ایک نوخیز طالب علم کے اخلاق وکردار کے بگاڑ کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے، لہذا اس قسم کے لوگوں کے بارے میں حفاظتی اقدامات دوسروں کی نسبت زیادہ ضروری ہیں۔ لہذا دیار کفر میں ان کے دین وایمان اور اخلاق وکردار کے تحفظ کی خاطر ان دو بنیادی شرطوں (جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے) کے علاوہ درج ذیل اضافی شروط کو اپنانا لازم ہوگا:

(۱) طالب علم عقل کی پختگی اور سوچ وبچار میں اتنی صلاحیت رکھتا ہو کہ وہ آسانی سے منفعت بخش اور نقصان دہ چیز میں فرق کرسکے اور کسی بھی چیز کے نفع ونقصان کے بارے میں وہ دوربین اور دوراندیش ہو۔ اور جہاں تک چھوٹی عقل کے ناسمجھ بچوں کو طلبِ علم کے لئے ایسی جگہوں میں بھیجنے کا تعلق ہے تو یہ ان کے دین اور ان کے اخلاق وکردار کی بربادی کے لئے سنگین خطرہ ہے۔ کل کلاں یہ نونہال اپنی قوم وملت کے لئے بھی بہت بڑے خطرے کا باعث ہوں گے یہی لوگ واپس آکر اپنی قوم کے دل ودماغ میں وہ زہر اتاریں گے، جو انہوں نے (دارکفر میں رہتے ہوئے) کفار سے نادانستگی میں سیکھا تھا۔ اور اس قسم کی متعدد مثالیں مسلم معاشروں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

ایسے متعدد ناقابل تردید حقائق موجود ہیں کہ بہت سے لوگ تعلیم وتعلّم کے لئے دیار کفر وشرک میں گئے، جب واپس پلٹے تو ایمان کی پونجی سے محروم تھے، اور مزید ستم یہ کہ دینی تشخص اور اچھے اخلاق وکردار سے بیگانہ ہوکر اپنے ساتھ کفر والحاد کو بھی لے کر لوٹے، اور خود اپنے لئے

اور اپنی قوم وملت کے لئے بھی فساد وبگاڑ کا سبب بنے۔یہاں یہ بات ہم ببانگ دہل کہیں گے کہ ایسے حالات میں کم عمر اور مذکورہ شرائط سے تہی دامن لوگوں کو دیارِ کفر بھیجنا، خونخوار کتوں کے آگے پھینک دینے کے مترادف ہے۔

(۲) دیارِ کفر، میں مقیم طالب علم کے پاس اس حد تک شرعی علم ہونا چاہئے جس کی وساطت سے وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرسکتا ہو اور حق کی ضرب سے باطل کا قلع قمع کرسکتا ہو، تاکہ باطل کی جس روش پر اہل کفر جمے ہوئے ہیں۔ کہیں وہ ان سے متاثر ہوکر دھوکہ نہ کھا جائے۔ان کے جھوٹ کو، سچ نہ سمجھ بیٹھے، یا حق اور باطل اس پر خلط ملط نہ ہو جائیں۔کہیں اس باطل سے اپنا بچاؤ کرنے میں وہ ناکام نہ ہو جائے اور پھر سرگرداں ہوکر باطل کی پیروی میں نہ لگ جائے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ ایک دعا میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''**اللهم أرني الحق حقاوارزقني اتباعة وأرني الباطل باطلا وارزقني اجتنابه ولاتجعلهُ ملتبساعلى فأضلّ**''

''الٰہی! مجھے راہ حق دکھادے اور (پھر) مجھے اس کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل راستے دکھادے اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمادے، اور اس (حق وباطل کی) راہ کو مجھ پر خلط ملط نہ کر، کہ میں راہ حق سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤں۔''

(۳) کفر وشرک والے ممالک میں سکونت پزیر طالب علم کے پاس اتنی دینی حمیت وجذبہ اور ایمانی غیرت ہو جو اسے بے راہ روی سے بچاسکے اور کفر وفسق کی لعنتوں سے اسے محفوظ رکھ سکے کیونکہ دینی اعتبار سے کمزور نوجوان، وہاں اقامت کے دوران کفر وفسق کے فتنہ وفسق سے محفوظ نہیں رہ سکتا، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ بچالے۔اور یہ اس معاشرے میں کفر وشرک کے طاقتور ہونے اور اس کے ردعمل میں دینی قوتوں کے انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے ہے، اور جب یہ الحادی اور طاغوتی قوتیں کسی بھی جگہ اپنی مخالف قوتوں کو کمزور اور ناتواں پاتی ہیں تو فوراً اپنی تخریبی کاروائی شروع کردیتی ہیں۔

(۴) ایک شرط یہ ہے کہ جس علم کو حاصل کرنے کے لئے وہ دیار غیر میں بیٹھا ہے، اُس کی اس اعتبار سے انتہائی زیادہ ضرورت ہو کہ اس میں عام مسلمانوں کی مصلحت ہے۔اور پھر اس جیسی تعلیم، اس کے اپنے ملک کے کسی مدرسہ یا تعلیمی ادارے میں نہ پائی جاتی ہو، اور نہ اس قسم کا کوئی ادارہ ہی موجود ہو۔لیکن اگر وہ کوئی ایسا علم ہے جس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو، یا اس جیسا تعلیمی ادارہ اس کے اپنے ملک یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں موجود ہو جہاں سے وہی تعلیم پانا اس کے لئے ممکن ہو تو اس صورت میں اس کے لئے کفار ومشرکین کے درمیان رہ کر اُن کے ملک میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ ایک تو اس کا ایسی جگہ پر ٹھہرنا اس کے دین اور اخلاق اقدار کیلئے انتہائی خطرناک ہے اور دوسرا یہ کہ ایک نقصان دہ چیز کی طلب میں بہت رقم خرچ ہوگی۔

چھٹی صورت: کوئی شخص باقاعدہ کفار ومشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرلے (یا کوئی طالب علم، کفار ومشرکین کے ساتھ تعلیمی ادارے میں سکونت اختیار کرے) تو ایسی اقامت، پہلی ذکر کردہ صورتوں سے اس لئے زیادہ خطرناک اور بڑی نقصان دہ ہے کہ اہل کفر کے ساتھ مکمل اختلاط سے بڑا فتنہ وفساد جنم لے گا، اور پھر اس شخص کا یہ تصور کہ یہ لوگ یہاں کے مقامی باشندے ہونے کے ساتھ ساتھ تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور ان کے ساتھ لین دین، مودّت ومحبت رکھنا اور ان کے رسم ورواج کو اپنا، یہاں ان کے وطن میں رہنے کیلئے

اس کی ایک مجبوری ہے، اوران کے درمیان سکونت کا تقاضا بھی۔ تو انجام یہ ہوگا کہ اس کے اہل خانہ کفار کے درمیان پروان چڑھیں گے جہاں (نہ چاہتے ہوئے بھی) وہ ان کے طرزِ حیات، اخلاق وعادات اور غیر اسلامی رسومات کو اپنالیں گے، اور بسااوقات تو دینی معاملات اور خاص طور پر عقائد وعبادات میں بھی ان کی بدعات وخرافات میں آنکھیں بند کئے پیروی کریں گے۔ اس ضمن میں اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہمیں یاد رکھنا چاہئے:

"من جامع المشرك وسكن معه فهو مثله" (سنن ابو داؤد:۲۷۸۷)

"جو مشرک کے ساتھ بیٹھا اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی کی مانند ہے۔"

یہ حدیث اگرچہ اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم کے ساتھ مل جل کر رہنا آخرکار ان کی مشابہت اور موافقت کا پیش خیمہ ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں، جس نے مشرکوں کے درمیان اقامت اختیار کی، صحابہ کرامؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا ترائى نار هما" (سنن ابو داؤد:۲۶۴۵، جامع ترمزی:۱۶۰۴)

ترجمہ: "ان (اہل ایمان اور مشرکین) کو تو ایک دوسرے کی جلائی ہوئی آگ بھی نہیں دکھائی دی جانی چاہئے۔"

(یعنی ان کی اقامت ورہائش کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہئے) اس حدیث کو امام ابوداود اور امام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں روایت فرمایا ہے۔ اور اکثر راویوں نے اسے قیس بن حازم تابعیؒ سے 'مرسل' بیان کیا ہے۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: "صحیح یہ ہے کہ قیس بن حازمؒ کی یہ حدیث اللہ کے نبی ﷺ سے 'مرسل' ہے" اگر معاملہ اس حد تک خطرناک ہو تو ایک مؤمن اس کو کیونکر گوارا کرسکتا ہے، کہ وہ بلادِ کفار، میں مستقل رہائش اختیار کرے جہاں کھلے عام کفریہ شعائر کا پرچار ہوتا ہو اور اللہ جل جلالہ، اور اس کے رسولؐ کے حکم کے علاوہ، طاغوت کے احکام وقوانین نافذ ہوں اور وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا اور اپنے کانوں سے سنتا ہو اور اس پر مطمئن بھی رہتا ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنے آپ کو انہی کافروں کے ممالک اور اقوام کی طرف منسوب کرتا ہو، اور وہاں 'غیر مسلم معاشرے' میں اپنے اہل وعیال سمیت رہائش پذیر ہو، اور اس طرح مطمئن زندگی بسر کرتا ہو جیسے وہ کسی معاشرے اور مسلمان ملک میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس کے باوجود کہ وہ اپنے اہل وعیال اور خاندان کے اخلاق وکردار اور دینی اقدار پر اس کافر معاشرے کے بڑے خطرات اور زہریلے اثرات کے ہولناک اور تباہ کن نتائج سے بخوبی آگاہ بھی ہو، ایک مسلمان اسے قطعاً گوارا نہیں کرسکتا۔

(بشکریہ ماہنامہ محدث لاہور اپریل 2007)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علاج کے لئے حرام جانوروں کا استعمال اورفقہی تحقیق

مولانا مفتی اقبال حسین صابری

مدرس مدرسہ تعلیم القرآن مسجد اسامہ مصریال روڈ (راولپنڈی)

نمبرشمار	ذیلی عنوانات	نمبرشمار	ذیلی عنوانات
۱	تمہید	۲	پیوندکاری کی چند صورتیں
۳	زندہ جانواروں سے کاٹے ہوئے حصے کا حکم	۴	خنزیر کے اعضاء کا حکم
۵	خنزیر کے عضو کی پیوندکاری اورایک تحقیق	۶	خلاصۃ بحث

تمہید: دین اسلام قیامت تک کے لئے آنے والے انسانوں کے لئے ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی کے تمام احکامات موجود ہیں۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر اسلام نے روشنی نہ ڈالی ہو، موجودہ دور کو ٹیکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے جس میں نئی نئی چیزیں ایجاد ہوئی اور ہر شعبے میں بے شمار تبدیلیاں واقع ہوئی لوگوں کے لئے بے شمار سہولیات میسر ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسی چیزیں بھی ایجاد ہوئی جن کا شرعی حکم صراحۃً قرآن وسنت میں نہیں ملتا ان مسائل کے حل کے لئے قرآن وسنت سے فقہاء نے ایسے قواعد وضوابط مقرر کئے جن کی روشنی میں ہرآنے والے نئے مسئلے کا حل بآسانی تلاش کیا جاسکتا ہے اس لئے جدید مسائل کے حل کرنے کا وہی طریقہ ہے جو فقہاء نے مقرر کیا ہے یعنی جدید مسائل کے حل کے لئے ہم ان ہی قواعد کی طرف رجوع کریں گے جن کو فقہاء نے مقرر کیا ہے اس اصول کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جائے گا ان ہی جدید مسائل میں سے ایک مسئلہ اعضاء کی پیوندکاری کا بھی ہے موجودہ طب اور سائنس نے یہ ممکن بنادیا کہ اگر کسی انسان کا کوئی عضو لگادیا جائے تو مریض تندرست ہوجاتا ہے اور شدید قسم کے تکلیف سے اس کو نجات مل جاتی ہے جیسا کہ اس سائنسی دور میں خراب گردہ پھیپھڑا کو نکال کر دوسرے کا گردہ اور پھیپھڑا لگادیا جاتا ہے، اس کو فقہاء کی اصطلاح میں پیوندکاری کہا جاتا ہے۔

پیوندکاری کی چند صورتیں ہیں:

(۱) کہ کسی انسان کا ایک عضو دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے مس مثلاً گردہ، پھیپھڑہ وغیرہ لے کر مریض کے خراب شدہ عضوء کی جگہ پر اس کو پیوند کیا جائے ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے اس میں ایک تو انسان کی تذلیل ہے اور دوسرا یہ کہ انسان اپنے کسی بھی عضو کا مالک ومختار نہیں ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کسی غیر جاندار مثلاً پلاسٹک لوہے یا سونے چاندی وغیرہ کوئی عضو بنا کر جسم میں فٹ کردیا جائے مثلاً کسی کی

انگلی کٹ جائے یا ہاتھ ناک وغیرہ کٹ جائے تو سونے چاندی یا دوسری اشیاء سے مصنوعی انگلی، ناک یا ہاتھ بنا کر ان کی جگہ فٹ کر دیا جائے تو ایسی پیوند کاری بالاتفاق جائز اور درست ہے اسکی مثال حضرت عرفجہؓ کا واقعہ ہے چنانچہ ابوداود میں ہے **عرفجه ابن اسعد قطع یوم الکلاب فاتخذ انفاً من ورقٍ فانتن علیه فامره النبی ﷺ فاتخذ انفاً من ذهب (ابو داود ص ۵۸۲)**
یعنی حضرت عرفجہ کی ناک جنگ میں کٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوالی مگر اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سونے کی ناک بنوالو تو انہوں نے سونے کی ناک بنوالی چناچہ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے سونے چاندی کی دانت لگانے یا دانتوں کی بندش میں اس کے تار استعمال کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ ترمذی کی روایت ہے **وقد روی عن غیر واحد من اهل العلم انّهم شدوا اسنانهم بالذهب (ترمذی جلد اول باب اللباس ص ۳۰۶)**

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے اور اس کے بجائے کسی جانور کے عضو کو استعمال کیا جائے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی ایسے جانور کے استعمال کی ضرورت پیش آئی جن کا کھانا جائز ہے تو شرعی طریقے سے اس کو ذبح کرکے اس کے پاک عضو کو پیوند کاری کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

المحیط البرهانی میں ہے، **قال محمدؒ ولا باء س بالتداوی بالعظم اذا کان عظم شاةاو بقرةٍاو بعیر او فرسٍ اوغیره من الدواب الاعظم الخنزیر والآدمی فانه یکره التداوی بهما (المحیط البرهانی جلد ۶ ص ۱۱۶)**
امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ہڈی بکری، گائے، اونٹ گھوڑے یا دیگر جانوروں کی ہو سوائے خنزیر اور آدمی کے ہڈیوں سے علاج مکروہ ہے لیکن وہ جانور جو غیر ماکول اللحم ہیں یعنی جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو آیا ان کے کسی عضو کو لے کر پیوند کاری جائز ہوگی یا نہیں؟

تو غیر ماکول اللحم جانور یعنی جن کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے ان کے بعض اجزاء ایسے ہیں جو شرعاً پاک ہیں جیسے کہ ہڈی، سینگ (کھر) دانت وغیرہ تو جو اعضاء پاک ہیں ان سے پیوند کاری جائز ہوگی درمختار میں ہے **وشعر المیتة غیر الخنزیر علی المذهب وعظمها طاهر (درمختار جلد۱ص ۳۹۹)** اور مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں سوائے خنزیر کے۔

اور اگر غیر ماکول اللحم جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کیا جائے تو اس سے اس جانور کا گوشت پاک ہو جاتا ہے ذبح کے بعد نجس نہیں رہتا **قال فی الشامی وماطهر به ای بدباغ طهر بذکاةٍ علی المذهب خرج الخنزیر فانه لایطهر بالذکاةِوان الذکاة لاتعمل فی الخنزیر والآدمی (درالمختار جلد ۱ص ۱۹۶)**
جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو اس کا گوشت ذکاۃ شرعی سے بھی پاک ہو جاتا ہے اس سے خنزیر نکل جائے گا اس لئے کہ وہ ذکاۃ شرعی سے بھی پاک نہیں ہوتا اور ذکاۃ شرعی خنزیر اور انسان میں عمل نہیں کرتا۔ **وشعر انسان المیتة وعظمهما طاهران (شرح العینی علی کنز الدقائق جلد ۱ص ۲۷)** انسان اور مردار کے بال اور ان کے ہڈیاں پاک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذبوح

جانور کا گوشت پاک ہو جاتا ہے اگر چہ وہ غیر ماکول اللحم ہو اور یہی حکم اس کی ہڈیوں کا بھی ہے اس لئے غیر ماکول اللحم مذبوح جانور کا استعمال کرنا جائز ہے یعنی اس کے پاک عضو کی پیوند کاری جائز ہوگی جبکہ حرام جانوروں کے ناپاک اجزاء سے پیوند کاری بغیر حالت اضطراری کے جائز نہ ہوگی۔ مفتی عبد السلام چاٹگامی مدظلہ لکھتے ہیں :فقہاء اسلام نے لکھا ہے نجس العین خنزیر کو چھوڑ کر ما بقیہ ماکول اللحم جانور کا گوشت کھانا جائز ہے یا جن کا گوشت کھانا شرعاً جائز نہیں ان کو باضابطہ بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے اور ان کے اعضاء لے کر انسان کے عضو میں جوڑ دے تا کہ انسان تکلیف اور اذیت سے چھٹکارہ پائے یا اس کی زندگی بچ جائے یا انسانی جسم کی صلاحیت میں اس کی وجہ سے اضافہ ہو تو یہ جائز اور درست ہے (انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کے شرعی احکام ص:۲۹۴)

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: تبادلہ اعضا انسانی کی تین صورتیں ہیں (پہلی صورت ذکر کرنے کے بعد) دوسری صورت یہ ہے کہ حیوانات کے اعضاء سے کام لیا جائے یہ بھی قدیم زمانے سے جاری تھا اور حال ہی میں طبی تحقیقات اور سرجری ترقیات نے اس میں نئے نئے انکشافات کئے ہیں اور اگر ماہرین فن حضرات اس طرف پوری توجہ دیں تو اس معاملے میں بہت سے نئی انکشافات اور زیادہ سے زیادہ کامیاب معالجات کی بڑی امید کی جاسکتی ہے یہ دونوں صورتیں دینی، دنیوی، شخصی، اجتماعی ہر حیثیت سے بے خطر بے ضرر ہیں (انسانی اعضاء کی پیوند کاری ص ۳۵) مفتی شفیع صاحبؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جس طرح پاک مصنوعی اعضاء کا استعمال شرعاً جائز ہے اسی طرح مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں مفتی عبد السلام چاٹگامی مدظلہ لکھتے ہیں: (مصنوعی اعضاء لگانے کے جواز اور اس کے شرائط)

(الف) مصنوعی اعضاء پاک اشیاء سے بنے ہوئے ہو نجس ناپاک اشیاء سے بنے ہوئے نہ ہو اور نجاست کی ملاوٹ بھی اس میں نہ ہو

(ب) مثلاً خنزیر کی ہر چیز ناپاک اور حرام ہے مصنوعی اعضاء میں خنزیر کے اجزاء مخلوط نہ ہو۔

(ج) اسی طرح حرام جانوروں کے ناپاک اعضاء اس میں شامل نہ ہو جیسا کہ گوشت و پوست، خون، چربی، اور چکنائی والی ہڈی وغیرہ ہیں

(د) حلال جانوروں میں سے مردہ جانوروں کے ناپاک اجزاء یا اس سے بنے ہوئے اعضاء نہ ہو مثلاً حلال جانوروں کا گوشت پوست، خون، چربی، اور چربی والی ہڈی وغیرہ

(ہ) خنزیر کے علاوہ تمام جانوروں کے بال، ناخن، کھر، دانت، صاف اور خشک ہڈیاں، سینگ وغیرہ لگانا تو ہر حال میں جائز ہے ضرورت کے تحت ہو یا بلا ضرورت محض زینت کے لئے بھی۔

(و) البتہ ناپاک اور حرام جانوروں کے ناپاک اعضاء اسی طرح پاک اور حلال جانوروں کے ناپاک اعضاء کا استعمال مصنوعی اعضاء میں بصورت اضطرار اور شدید مجبوری جائز ہے عام حالات میں ناجائز اور حرام ہے (انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کے شرعی احکام ص:۴۴) جان کی ہلاکت یا عضو ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو کا بدل صرف ایسے ہی جانوروں میں مل سکتا ہو جن کا کھانا حرام ہے یا حلال تو ہے لیکن بطریق شرعی ذبح نہیں کئے گئے ہیں تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء

کا استعمال جائز ہے (اہم فقہی فیصلے ص:۱۲)

اگر کوئی مریض ایسا ہے کہ جس کا عضو حلال جانوروں میں میسر نہ ہو اور وہ عضو صرف حرام غیر مذبوح جانوروں میں موجود ہو تو اضطراری حالت میں حرام جانوروں کے اعضاء کا استعمال کرنا یعنی اس کے عضو کی پیوندکاری بھی جائز ہوگی۔

مفتی نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار واڑیسہ لکھتے ہیں: اعضائے انسان کے کسی نقص کو دور کرنے کیلئے حیوانات کے اعضاء اور ان کے ہڈیوں کا استعمال اضطراری حالت میں حرام وحلال کے فرق کے بغیر کسی بھی جانور کے اعضاء سے کام لیا جاسکتا ہے خواہ عضو نکالنے کے بعد وہ جانور زندہ رہے یا نہ رہے اور خواہ اسے خریدنا پڑے البتہ اگر زندگی کو خطرہ نہیں ہے تو بھی حلال جانور اور پاک اشیاء کا بھی استعمال درست ہوگا حرام کا استعمال صرف اضطراری حالت ہی میں درست ہوگا اعضاء کی پیوندکاری ص:۲۳۰)

چنانچہ شرح الحموی میں ہے۔

بلوغه حداًان لم يتناول الممنوع هلك او قارب وهذا يبيح تناول الحرام. (ج ا ص:۲۵۳ طبع بیروت)

اضطراری حالت یہ ہے کہ مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اگر حرام چیز کو استعمال نہ کیا تو ہلاکت نفس عضو یا قریب المرگ ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں حرام چیز کو استعمال کرسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ حرام جانوروں کے ناپاک اعضاء کی پیوندکاری صرف اضطراری حالت میں جائز ہے عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح اشباہ میں **الضرورات تبيح المخطورات ومن ثم جاز اكل الميتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر (الاشباه والنظائر جلد ا ص ۲۵۱)**

ضرورت حرام چیزوں کو مباح کردیتی ہے اسی وجہ سے فاقہ کہ وقت مردار کھانا اور گلے میں لٹکے ہوئے لقمے کو شراب کے ذریعے حلق سے نیچے اتارنا جائز ہے۔

تکمله فتح الملهم میں ہے ولكن اكثر مشايخ الحنفية افتوى بجواز لاتداوى بالحرام اذا خبر طبيب حاذق بان المريض ليس له دواء آخر (تكمله فتح الملهم جلد۲ ص ۳۰۲)

اور اکثر مشائخ احناف نے حرام چیز سے علاج کے جواز کا فتوی دیا ہے جب ماہر تجربہ کار طبیب (ڈاکٹر یہ کہہ کر اس مرض کا علاج اس کے سواء اور کوئی نہیں۔

شرح العینی میں ہے وفي النهايه يجوز التداعي بالمحرم كالخمر والبول اذااخبره طبيب مسلم ان فيه شفاء ولم يجد غيره من لمباح مايقوم مقامه (شرح العيني على كنز الدقائق جلد۲ ص ۳۸۷)

تمام عبارات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حرام اور ناپاک اشیاء کا بطور علاج کے استعمال کرنا عام حالات میں جائز نہیں لیکن جب مجبوری کی حالت ہو اور اس مرض کا علاج مباح اشیاء میں موجود نہ ہو تو حرام اشیاء کو بطور علاج استعمال کرسکتا ہے ورنہ استعمال نہیں کرسکتا۔

زندہ جانور سے کاٹے ہوئے حصے کا حکم: جو حصہ زندہ جانور سے کاٹ کر الگ کیا جائے تو اس کی پیوندکاری جائز نہ ہوگی اس

لئے زندہ جانور سے جدا کیا ہوا حصہ مردار ہے ترمذی کی روایت ہے ما یقطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھو میتۃ.
(جلد اص :۲۷۳) جانور سے جو حصہ الگ کیا جائے اور جانور زندہ ہو تو مردار کے حکم میں ہے، اس لئے جو حصہ زندہ جانور سے کاٹ کر الگ کیا جائے اس کی پیوندکاری جائز نہیں وہ حصہ مردار ہوگا اور مردار کے استعمال کی اجازت صرف اضطراری حالت میں ہے عام حالت میں قطعاً اجازت نہیں۔

خنزیر کے اعضاء کا حکم: تمام حرام جانور زکاۃ شرعی سے پاک ہوجاتے ہیں لیکن صرف خنزیر ایسا جانور ہے جو زکاۃ شرعی سے بھی پاک نہیں ہوتا اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے اور نجس العین ہونے کی وجہ سے خنزیر کے اعضاء کی پیوندکاری کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ۔لایطھر الخنزیر لانہ نجس العین بمعنٰی ان ذاتہ بجمیع اجزاء حیاً و میتاً (در مختار) البتہ جب اضطراری حالت ہو اور حلال جانوروں کے اعضاء میسر نہ ہو اور نہ ہی حرام جانور کا کائی عضو میسر ہو اور نہ ہی پلاسٹک کا کوئی عضوء موجود ہو یعنی اس عضوء کا متبادل موجود نہ ہو اور حالت بھی ایسی ہو کہ اگر خنزیر کا وہ عضوء استعمال نہ کیا گیا ہو۔ تو ہلاک ہو جائے گا یا قریب المرگ ہو جائے گا تو ایسی حالت میں اشد مجبوری کی وجہ سے خنزیر کے عضوء کی پیوندکاری جائز ہوگی۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ اگر ماہر طبیب، دیندار مسلم طبیب تجویز کرے کہ بغیر سور (خنزیر) کے گوشت کے شفاء ممکن نہیں اور کوئی حلال دواء اس مرض کے لئے کافی نہیں تو پھر بوجہ مجبوری اس کی اجازت ہوگی (فتاویٰ محمودیہ جلد ۵ ص :۱۷۴)

خنزیر کے عضو کی پیوندکاری کے بارے میں مفتی نظام الدین اعظمیؒ کی تحقیق انیق:

سوال: خنزیر کے کسی عضو کی پیوندکاری کو بحالت اضطراری انسان کے جسم میں پیوندکاری کر کے لگا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ تو منصوص علیہ ہے کہ بوقت اضطراری خنزیر کا گوشت حلال الاکل ہے مگر آج کل ڈاکٹر لوگ اعضاء خنزیر کو بدن انسانی میں استعمال کرتے ہیں مثلاً، دل، گردہ، جگر وغیرہ تو اگر یقین ہے کہ فلاں عضو کی پیوندکاری سے جان بچ جائے گی ورنہ تو موت ہے ایسے موقع پر اعضاء انسانی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: انسانی اعضاء کو باعتبار خنزیر کے بندر وغیرہ جانوروں کے اعضاء سے زیادہ مشابہت و مناسبت مسلم ہے جس کے ذریعے سے بعد ذبح شرعی یہ علاج بدرجہ اولیٰ ہو سکتا ہے نیز جمادات اور حیوانات کے اجزاء سے یہ پیوندکاری بخوبی ہو سکتی ہے جو بلاشبہ جائز اور درست ہے بلکہ اب پلاسٹک اور سلیکلون سے ہر قسم کے اعضاء اندرون و بیرون ایسے ایجاد ہو گئے ہیں جو ہر مزاج کے مواقع اور دیرپا اور زیادہ مفید سہل الحصول بھی ہوتے ہیں اور شرعاً بھی جائز رہتے ہیں پھر وہ اضطرار کہاں رہا بلکہ اگر غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر کے اجزاء و اعضاء کا بے محابا استعمال کرنا دہریت ولامذہبیت کے مزاج سے خوگر بنانے اور دہریت ولامذہبیت کی اشاعت کی غرض سے بھی ہوتے ہیں فافھم اور بتقدیر تسلیم اضطراری بھی خنزیر کے کسی عضو کی پیوندکاری کو ظاہری اعضاء جوارح میں جیسے ہاتھ، پیر جلد وغیرہ

اکل میۃ یا اکل لحم خنزیر کھانے کی جواز پر قیاس کرنا جواز کی گنجائش نہ ہوگی یہ قیاس قیاس مع الفارق ہوگا اس لئے کہ اکل کی صورت میں وہ ماکول ہضم ہوکر ختم ومعدوم ہوجاتا ہے یا متبادل بہ دم ولحم وشم ہوجاتا ہے قائم وباقی نہیں رہتا جبکہ عضو خنزیر ہونے کی صورت میں عضو مردار ہونے کے ساتھ ساتھ نجس العین کا بقاء وتلبس بھی لازمی آئے گا جس کی انسان کا جسم ہمیشہ گندہ پلید رہے گا کسی وقت بھی طہارت پذیر نہیں ہوسکے گا اور نماز جیسی اہم اور مطلوب عبادت جو بین العباد ولمعبود رابطہ مطلوبہ کے قیام وبقاء کا اہم ذریعہ ہے فوت ہوجائے گا اور اس سے محرومی لازم آئے گی پس ایسی حالت میں ایک مومن کا جذبہ ایمانی کبھی اس کو گوارہ نہ کرے گا بخلاف اکل کی صورت کے کھالینے کے باوجود گندہ وپلید نہ ہوگا اگر ہاتھ منہ گندہ بھی ہوگا تو دھوکر پاک وصاف کرلے گا اور کسی خاص اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس خاص اجزاء کی گنجائش بھی نکل آئے گی تو یہ حکم کلی وعمومی نہ ہوگا اور عموم جواز کا مثمر نہ ہوگا ہاں دواں یا کیپسولوں میں مخلوط ہونے کی صورت میں مذکورہ بالا قیود کے ساتھ اضطراری حالت میں حکم مثل اکل میتہ کے حکم کا ہوگا اور وقتی طور پر بقدر ضرورت ومجبوری استعمال کی گنجائش ہوسکے گی۔ اسی طرح اگر جسم کے اندرونی اعضاء دل، گردہ، جگر، آنت وغیرہ کی ضرورت ہوکر واقعی وہ اضطرار شرعی متحقق ہوجائے اور جمادات ونباتات یا پلاسٹک سیکلون نہ بنے تو خنزیر کے دل، گردہ وغیرہ کی پیوندکاری نہ کی جائے حتی المقدور غیر خنزیر لے کر اس کو ذبح شرعی کے بعد اس کے ان اعضاء کی پیوندکاری کی جائے ورنہ ایسا مکروہ ہوگا اور خنزیر کے دل گردہ کی پیوندکاری میں فقہ کے اعتبار سے کراہت شدیدہ بحکم حرام ہوگا (نظام الفتاویٰ جلد اص:۲۴۹)

خلاصۂ بحث:

(۱) خنزیر کے علاوہ تمام جانوروں کے پاک اعضاء مثلاً ناخن، کھر، بال، دانت، صاف اور خشک ہڈیاں کی پیوندکاری ہر حال میں جائز ہے

(۲) حلال جانوروں اور غیر ماکول اللحم مذبوح جانوروں کے عضوء کی پیوندکاری جائز ہوگی۔

(۳) حلال جانوروں کے ناپاک اعضاء یا غیر ماکول اللحم غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کی پیوندکاری شدید مجبوری کی بناء پر حالت اضطراری میں جائز ہوگی۔

(۴) خنزیر کے اعضاء ذبح کرنے کے بعد بھی نجس ہوتے ہیں اس لئے خنزیر کے اعضاء کی پیوندکاری جائز نہ ہوگی نجس العین ہونے کی وجہ سے لیکن اگر مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے بغیر ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس عضوء کا بدل نہ ماکول اللحم جانوروں میں ہو اور نہ غیر ماکول اللحم جانوروں میں اور نہ ہی پلاسٹک کے اعضاء میں اس کا بدل ہو تو پھر ایسی مجبوری کی حالت میں خنزیر کے اجزاء کی پیوندکاری جائز ہوگی۔